مردِ صحرا

عجیب شہر ہے۔ جو یہاں رہنا شروع کر دیتا ہے، وہ کہیں اور جا نہیں سکتا۔ جو کچھ عرصے کیلئے آتا ہے، وہ اجنبی دنیا میں داخل ہو جاتا ہے۔ جادو اور سازش کی دنیا! ایک ہفتہ سے اسلام آباد میں ہوں۔ بابوؤں کا شہر۔ جو گرمیوں میں بھی کوٹ پہنتے ہیں۔

شہر میں داخل ہوتے ہی ایک دشوار سوال ذہن میں آیا۔ کیا واقعی اسلام آباد میں اتنی چوڑی سڑکیں، پلوں اور انڈر پاسز کی ضرورت ہے۔ ایک ہفتہ میں لاتعداد میٹنگز، نشستیں اور ملاقاتیں ہوئیں۔ "مردِ صحرا" سے ملاقات بھی بالکل ایسی ہی تھی۔ یہ استعارہ بہت غور کے بعد استعمال کر رہا ہوں کیونکہ نام لکھنے کی سختی سے ممانعت کی تھی۔ ایک ایسا شخص جو ہمارے ملک کے متعدد حکمرانوں کے نزدیک رہا مگر کسی آلائش کو نزدیک تک نہ آنے دیا۔ کئی بار حیرت ہوتی ہے کہ کیسے! مگر جواب بہت سادہ سا ہے۔ نجابت اگر صاحب اخلاص کے ساتھ منسلک ہو جائے تو انسان صاف ستھری زندگی گزار سکتا ہے۔ ملاقات کیلئے پیغام بھیجا تو جواب ملا، شام کو گھر آ جاؤ۔ تفصیل سے بات ہو گی، گھر گیا تو انتہائی دیدہ زیب کُرتا پہنے باہر آ کر کہنے لگے کہ یہ رنگین کُرتا میں ہر وقت نہیں پہنتا۔ تین گھنٹے کیسے گزرے معلوم ہی نہ ہو پایا۔ ذوالفقار علی بھٹو، ضیاء الحق، پرویز مشرف اور میاں صاحبان۔ ہر ایک کے متعلق مستند رائے! میں نے پوچھا کہ کیا، ان میں چند واقعات لکھ سکتا ہوں۔ جواب ملا کہ بالکل، مگر میرے نام کے بغیر۔

چنانچہ اس عہد کی پاسداری میں انہیں "مردِ صحرا" ہی مخاطب کرونگا۔ بھٹو سے قربت کی وجہ انکی اسسٹنٹ کمشنر کے طور پر ایک ایسی پوسٹنگ تھی جہاں وزیراعظم اکثر آیا کرتے تھے۔ کہنے لگے کہ ذوالفقار علی بھٹو جب امریکہ میں زیرِ تعلیم تھے، شائد برکلے میں، تو اس وقت، انکی عالم اسلام کی صورتحال اور اسکو بہتر بنانے کے، ہاتھ سے لکھے ہوئے مضامین پڑھنے کے قابل ہیں۔ زمانہ طالبعلمی ہی سے بھٹو میں اتنی صلاحیت تھی، کہ وہ مسلمان ملکوں کی کمزوریوں کو بھانپ سکیں اور انکو کسی بھی طریقے سے مضبوط بنا سکیں۔ یہ وہ وقت تھا جب اس شخص نے سیاست میں قدم نہیں رکھا تھا۔ مگر سوچ جوانی ہی سے اپنے ہم عصروں کی نسبت کافی پختہ تھی۔ بتانے لگے کہ افغانستان کے صدر، داؤد، پاکستان کے سرکاری دورے پر آئے ہوئے تھے۔ ان کو مری میں وزیراعظم بھٹو نے کھانے کی دعوت دی۔ مقامی انتظام کی ذمہ داری "مردِ صحرا" پر تھی۔ وزیراعظم نے صرف یہ کہا کہ انتظام ٹھیک ہونا چاہیے۔ گرمیوں کے دن تھے۔ لارنس کالج، جیسز اینڈ میری، مقامی سکولوں کے ہزاروں طلباء اور طالبات کو شامل کیا گیا۔ زنجیر بنائی گئی۔ مال روڈ پر بچے اور بچیاں، ہاتھ تھامے، میلوں لمبی لائن بنائے چشم براہ تھے۔

پوسٹ آفس کے نزدیک بچوں کا ایک بینڈ خوبصورت دھنیں بجا رہا تھا۔ صدر داؤد، شاندار استقبال سے اتنا متاثر ہوا کہ اس نے بھٹو کو کہا، کہ میں بچوں کی آنکھوں میں محبت کا جذبہ دیکھ رہا ہوں۔ افغانستان کے صدر نے انتظامات کی حد درجہ تعریف کی۔ آپ وزیراعظم کا ظرف دیکھیے۔ انہوں نے "مردِ صحرا" کو بلایا۔ صدر کو کہنے لگے کہ سارا انتظام اس نوجوان افسر کا ہے۔ آپ انکا شکریہ ادا کریں۔ شائد آپ حیران ہوں کہ ملک کا وزیراعظم، اور بھٹو جیسا وزیراعظم مردِ صحرا کو "گورنر" کہہ کر مخاطب ہوتا تھا۔

بتانے لگے کہ دسمبر میں، وزیراعظم بھٹو، پنڈی، لیاقت باغ میں جلسہ سے خطاب کر رہے تھے۔ یخ سردی اور بارش۔ لوگوں نے چھتریاں تانی ہوئیں تھیں۔ مگر سخت موسم میں دم بخود بھٹو کی تقریر سن رہے تھے۔ مردِ صحرا نے اپنے بائیں طرف دیکھا تو انہیں ایک شناسا چہرہ نظر آیا۔ اس شخص نے بارش سے بچنے والا کوٹ، اور ہیٹ پہن رکھا تھا۔ وہ شخص شدید بارش میں سٹیج پر کھڑا وزیراعظم کی تقریر سن رہا تھا۔ مردِ صحرا نے اس شخص سے پوچھا کہ آپ خیریت سے یہاں تشریف لائے ہیں، کیونکہ یہ تو ایک سیاسی فنکشن ہے۔ جواب ملا۔ ذوالفقار علی بھٹو، فوج کے سپریم کمانڈر ہیں۔ مسلم امت کے لیڈر ہیں اور عالمی سطح کے قائد ہیں۔ انکی حفاظت میرا ذاتی فرض ہے۔ میں تو اپنا فرض نبھا رہا ہوں۔ صاحبان زیست! یہ شخص، کوئی اور نہیں جنرل ضیاء الحق تھا جو اس وقت فوج کا چیف تھا۔ شائد یہ 77-76ء کی بات ہے۔ مردِ صحرا کہنے لگے، کہ اس وقت تک جنرل ضیاء الحق فیصلہ کر چکا تھا کہ اس نے مارشل لاء لگانا ہے۔ انکی دانست میں بھٹو کو کچھ کچھ اندازہ تھا کہ فوج مارشل لاء لگائے گی۔ وہ کئی بار اسکا اظہار کرتے رہتے تھے۔

سوچ کر کہنے لگے، کہ بھٹو نے انکی موجودگی میں جنرل ضیاء الحق سے کہا کہ میں نے چند عالمی قائدین سے مشاورت مکمل کر لی ہے۔ چند ماہ میں، کشمیر کا مسئلہ حل ہو جائیگا۔ بھٹو بھول گیا کہ یہ بات، چند لوگوں کے مفادات کے خلاف تھی۔ ضیاء الحق نے فوری طور پر "یس سر" کے علاوہ کوئی بات نہیں کی۔ مگر وہ اندر سے اس مسئلہ کو حل ہوتا نہیں دیکھ سکتا تھا۔ مردِ صحرا نے کہا، کہ اور وجوہات کے علاوہ، رنجش کی یہ وجہ بھی بہت قوی تھی۔ پھر، انہوں نے مجھے چند عجیب سے قصے سنائے۔ بھٹو کی حراست کے بعد ضیاء الحق، الیکشن کا اعلان کر چکا تھا۔ ایک دن کہوٹہ میں چند فوجی افسروں اور جوانوں نے پیپلز پارٹی کے جھنڈے، فوجی گاڑیوں پر لگائے اور وردیوں میں بھٹو کے حق میں جلوس نکالا۔ یاد رہے کہ اس وقت بھٹو پابند سلاسل تھے۔ ضیاء الحق کو یہ اندازہ ہوا، کہ اگر الیکشن ہو گیا، تو بھٹو تو فوج تک میں اپنا اثر ورسوخ رکھتا ہے، یہ تو سو فیصد جیت جائیگا۔ وہ بہت زیادہ خوف زدہ ہو گیا۔ پھر ایک جلسے کی بات کرنے لگے۔ نصرت بھٹو نے لیاقت باغ میں جلسہ کیا تو جلسہ گاہ میں ہزاروں لوگ تھے۔ پچیس سے تیس ہزار لوگ جلسہ سننے آئے۔ باغ میں تل رکھنے کی بھی جگہ نہیں تھی۔ ڈی سی نے مردِ صحرا سے پوچھا کہ کتنے آدمی جلسہ سننے آئے تو انہوں نے یہی تعداد بتا دی۔ ضیاء الحق کو بھی انہی کی بتائی گئی معلومات فراہم کی گئی۔ مسئلہ یہ تھا کہ اس وقت کے سیاسی، نو ستاروں کے اتحاد نے بھی چند دن پہلے، اسی مقام پر جلسہ کیا تھا اور وہاں صرف چھ سات ہزار لوگ تھے۔ اسی تعداد سے جنرل ضیاء الحق اتنا گھبرا گیا کہ وہ ہر ایک ذرائع سے بار بار پوچھنے لگا۔ اسکے لئے یہ حقیقت ناقابل برداشت تھی کہ سابقہ وزیراعظم الیکشن میں کوئی برتری حاصل کر لے۔ مردِ صحرا کے بقول یہ وہ بنیادی محرکات تھے، جسکی بدولت جنرل ضیاء الحق نے الیکشن ملتوی کر دیے۔

مردِ صحرا نے ایک اور واقعہ سنایا۔ کہنے لگے کہ ایک دن میں صدر جنرل ضیاء الحق کے ساتھ ڈیوٹی پر تھا۔ صدر نے پنڈی میں فنکشن میں شمولیت کرنی تھی۔ اچانک مجھے ایک دوست کی طرف سے پیغام ملا کہ فوراً ہارلے سٹریٹ پنڈی میں فلاں شخصیت کے گھر پہنچ جاؤ۔ یہ شخصیت، عدلیہ کے چیف جسٹس کے بھائی تھے۔ وہ صدر ضیاء الحق کی تقریب سے نکل کر ہارلے سٹریٹ پہنچے تو وہاں جسٹس انوار الحق، جسٹس مولوی مشتاق، جنرل کے ایم عارف اور چند سینئر لوگ موجود تھے۔ وہ بار بار لیاقت باغ میں نصرت بھٹو کے جلسے میں لوگوں کی تعداد پوچھ رہے تھے۔ مردِ صحرا نے انہیں وثوق سے بتایا کہ پچیس سے تیس ہزار کا مجمع تھا۔ یہ سنتے ہی، مولوی مشتاق نے ہاتھ پر ہاتھ مارا اور کہا کہ بھٹو کا تو اب کوئی اور علاج کرنا پڑے گا۔ اس وقت تک سابقہ وزیراعظم پر قتل کا مقدمہ شروع نہیں ہوا تھا۔ مردِ صحرا، سوچ کر کہنے لگے کہ مجھے بھٹو کے مقدمہ سے پہلے پتہ چل چکا تھا کہ بھٹو کو زندہ نہیں چھوڑا جائیگا۔ بعد میں ہونے والے واقعات صرف اور صرف ذاتی انتقام کی ایک داستان تھی۔ بتانے لگے کہ بھٹو کئی بار وہ ایسی باتیں کر جاتے تھے جو انہیں نہیں کرنی چاہیے تھیں۔ مگر وہ کرتے تھے بلکہ مسلسل کرتے رہتے تھے۔ بھٹو کے پینے پلانے کے بھی چند واقعات سنائے جو میں قلمبند نہیں کر رہا۔ آپکے ذہن میں یہ ہونا چاہیے، کہ ستر کی دہائی تک پاکستان بالکل ایک مختلف ملک تھا۔ فوجی اور سول لوگوں میں آج کی ممنوعہ چیز مروجہ تھی۔ ہاں ایک اور بات، آج پاکستان میں ہر بندہ، پاک چائنہ کوریڈور یا سڑک کی بات کر رہا ہے۔ بتانے لگے، کہ وسطی ایشیاء سے پاکستان کو ملانے اور چین تک سڑک کا رابطہ بھی بھٹو نے شروع کیا تھا۔ ایک طرف سے K.K.H، قراقرم وے کی تعمیر اور دوسری طرف انڈس ہائی وے کی تعمیر۔ ضیاء الحق جیسے ہی اقتدار میں آیا، اس نے انڈس ہائی وے کی تعمیر پر شدید ناراضگی کا اظہار کیا۔ اسکو فوری طور پر بند کر دیا گیا۔

میرا کسی طرف بھی کوئی سیاسی جھکاؤ نہیں ہے۔ مگر مردِ صحرا کی سٹڈی میں تین گھنٹے گزارنے کے بعد جب گاڑی میں بیٹھا تو سوچ پر یہ عنصر غالب آ گیا، کہ ہم نے بھٹو کو مار کر بہت بڑی حماقت کی ہے۔ اس شخص کی غلطیاں اپنی جگہ پر۔ مگر وہ عدالت کے ذریعے سے واجب القتل نہیں تھا۔ شائد اس ظلم کا خمیازہ ہم ابھی تک بھگت رہے ہیں۔ مردِ صحرا تو یہی کہتا ہے۔ معلوم نہیں تصویر کا دوسرا رخ کیا ہے؟